قاسم نانوتوی کی اصلیت

روزنامہ ''جنگ'' کراچی، اپریل ء میں معروف کالم نگار جناب حامد میر صاحب کا شایع شدہ کالم

''تلخ سچائیاں'' بغیر کسی تبصرے کے قارئین کے لیے پیش کیا جارہا ہے۔

سچائی ہمیشہ تلخ ہوتی ہے لیکن سچائیوں کا اعتراف کئے بغیر آگے بڑھنا ممکن نہیں۔ آج کی تلخ سچائی یہ ہے کہ امریکہ کے نئے صدر بارک اوبامہ پنٹاگون اورسی آئی اے کے ہاتھوں یرغمال بن چکے ہیں۔ اوبامہ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ جارج ڈبلیو بش کی پالیسیوں کو تبدیل کریں گے لیکن پنٹاگون اورسی آئی اے تبدیلی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہیں اور پنٹاگون اورسی آئی اے امریکہ کی چند بڑی اسلحہ سازکمپنیوں کے مفادات کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اگر امریکی پالیسی بدلتی ہے اوردنیا میں امن قائم ہوتا ہے تو ان بڑی اسلحہ ساز کمپنیوں کو شدید نقصان ہو گا لہٰذا یہ کمپنیاں دنیا میں کہیں نہ کہیں جنگ کی آگ بھڑکائے رکھنا چاہتی ہیں تاکہ انکا اسلحہ اورڈرون طیارے فروخت ہوتے رہیں۔ حملے بند ہوگئے تو ڈرون طیارے بنانیوالی کمپنیوں کو کروڑوں ڈالر کا نقصان ہو جائے گا۔ گورے امریکیوں نے فوج میں بھرتی ہونا تقریباً چھوڑدیا تھا لہٰذا پنٹاگون اورسی آئی اے نے ایک سیاہ امریکی کو صدر بنانے کا فیصلہ کیا اوبامہ کے صدر بننے کے بعد پہلے تین ماہ میں دس ہزار سے زائد سیاہ فام نوجوان امریکی فوج میں بھرتی ہو چکے ہیں اوراگلے چند سال کے دوران فیصد سے زائد امریکی فوج سیاہ فاموں پر مشتمل ہو گی جو امریکہ کی بڑی بڑی اسلحہ سازکمپنیوں کے مفادات کی نگرانی کرے گی۔ حالات و واقعات بتا رہے ہیں کہ پاکستان کیخلاف امریکہ کے ڈرون حملے بند نہیں ہونگے، بے گناہ پاکستانیوں کا خون بہتا رہے گا اورسی آئی ا

کے تفتیشی مراکز میں مسلمان قیدیوں کو ایڈز کے انجکشن لگانے کی دھمکیوں کا سلسلہ بھی جاری رہے گا کیونکہ اوبامہ کا سی آئی اے

پر کوئی کنٹرول نظر نہیں آرہا۔

امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے ریڈکراس کے حوالے سے یہ خبر شائع کی ہے کہ سی آئی اے کے خفیہ تفتیشی مراکز میں ڈاکٹروں کے ذریعے قیدیوں پر تشدد کیا جاتا ہے اوبامہ خود ہی سوچیں کہ ڈرون طیارے اورسی آئی اے امریکہ کے لئے پیار لیکر نفرت پیدا کریں گے یا محبت؟ امریکی ڈرون طیاروں کے ذریعے پاکستان میں لڑی جانے والی جنگ کو کوئی پاکستان کی جنگ نہیں کہے گا۔ خود کش حملوں میں ہزاروں پاکستانیوں کے مارے جانے کے باوجود یہ امریکہ کی جنگ کہلائے گی اورامریکہ کی اس جنگ پر تنقید کے جرم میں مجھ جیسے گستاخ قلم کاروں کو لبرل فاشسٹ دہشت گردوں کا ساتھی قرار دیتے رہیں گے۔ ستم ظریفی دیکھئے کہ ہمیں گورنر پنجاب سلمان تاثیر کا آزاد خیال اورلبرل انگریزی اخبار ''طالبان کا حمایتی ٹیررسٹ'' کہتا ہے اوردوسری طرف جمعیت علمائے اسلام جیسی مذہبی جماعت کے رہنما مولانا فضل الرحمن کے کہنے پر بھی ہمارے خلاف مظاہرے کئے جاتے ہیں اورقتل کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔

اچھا ہوتا کہ مولانا فضل الرحمن مجھ ناچیز کے خلاف مظاہرے کرانے کی بجائے امریکی ڈرون طیاروں کے خلاف کوئی مظاہرہ کراتے۔ انہیں میرے ایک کالم میں مولانا حسین احمد مدنی کے بارے میں ایک واقعے کے ذکر پر بہت تکلیف ہوئی اوران کی جماعت مجھے قتل کی دھمکیاں دینے پر اتر آئی، کاش کہ وہ اس قسم کا ردعمل اسلام آباد کی لال مسجد میں ہونے والے قتل عام پر بھی دکھاتے۔ اس وقت تو مولانا صاحب لندن جا بیٹھے تھے اورپیچھے سے لال مسجد میں قتل عام شروع ہوگیا۔ اگر مولانا کے چند ہزارساتھی بھی باہر آجاتے تو یہ قتل عام رک سکتا تھا۔ میری ان کے ساتھ کوئی ذاتی دشمنی نہیں۔ میں امریکہ نے حملوں کی دھمکیاں دیں تو مولانا فضل الرحمن نے ان دھمکیوں کے خلاف بھرپور ردعمل کا مظاہرہ کیا اوراس وقت میں نے ان کے حق میں کالم لکھے۔ ب

جلسوں میں خطاب کیلئے وہ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاتے رہے معاملہ بگڑا جب جنرل پرویز مشرف اقتدار میں آئے۔ مولانا فضل الرحمن نے مولانا حسین مدنی کے صاحبزادے اسعد مدنی کو سرکاری دورے میں پاکستان بلایا۔ انہوں نے جامعہ خیرالمدارس ملتان میں کشمیر کی تحریک آزادی کے خلاف باتیں کیں جس پر انہیں پتھر مارے گئے۔ انہوں نے کہا تھا کہ کشمیر کی تحریک آزادی میں قربانی دینے والے شہید نہیں بلکہ صرف ہندوستان کے باغی ہیں۔ اس بیان پر تنقید میرا جرم ٹھہرا اور مولانا فضل الرحمن ناراض ہو گئے۔ افسوس کہ مولانا صاحب کو کشمیر میں شہید ہونے والوں کا مذاق اڑائے جانے پر تکلیف نہ ہوئی لیکن مولانا حسین احمد مدنی کے صاحبزادے پر تنقید انہیں بہت بری لگی۔ میں اس بحث کو طوالت نہیں دینا چاہتا کیونکہ مولانا فضل الرحمن اپنے مہربانوں کے ذریعے اپنا جواب"جنگ" میں شائع کروا چکے ہیں لیکن وہ یہ توقع نہ رکھیں کہ قتل کی دھمکیوں سے مجھے مرعوب کر لیں گے، یہ کام تو جنرل پرویز مشرف بھی نہ کر سکا۔ مولانا کے ایک قریبی ساتھی محمد ریاض درانی نے ایک طویل خط مجھے بھیجا ہے انہوں نے طعنہ دیا ہے کہ آپ کے چیف جسٹس افتخار چوہدری نے پی سی او پر حلف اٹھا لیا تھا لیکن آئین پر حلف نہیں اٹھایا آپ نے اس اصولی بات پر ناراض ہو کر لڑاکی عورتوں کی طرح مولانا فضل الرحمن کے ساتھ ساتھ ان کے بزرگوں کی بھی توہین کر دی۔ درانی صاحب گزارش ہے کہ جس پی سی او پر جسٹس افتخار نے حلف اٹھایا اس پی سی او کو آپ لوگوں نے سترہویں ترمیم کے تحت جائز قرار دلوایا۔ اگر جسٹس افتخار مجرم ہے تو آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے

محمد ریاض درانی نے بھی ڈاکٹر محمد جہانگیر تمیمی کی کتاب میں مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق واقعے کی صحت سے انکار کیا ہے کیونکہ ان کے خیال میں اس واقعے کے راوی کلکتہ کے بیوپاری، اسماعیلی فرقے کے مرزا ابوالحسن اصفہانی ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اصفہانی نہ سہی آپ کو آغا شورش کاشمیری پر تو اعتبار ہو گا۔ انکی کتاب "فیضان اقبال" پڑھ لیجئے جس میں آغا صاحب

نے کچھ نیشنلسٹ علماء کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ اگر آغا صاحب نے بھی غلط لکھا ہے تو درانی صاحب ثابت کر دیں میں غلطی تسلیم کر لوں گا۔ درانی صاحب چند سال قبل اپنے دستخطوں سے مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق فرید الوحیدی کی کتاب مجھے عنایت کی تھی اس کتاب میں مولانا شبیر احمد عثمانی اور مفتی محمد شفیع دیوبندی پر سخت تنقید کی گئی ہے کیونکہ یہ دونوں علماء مدنی صاحب کے ناقدین تھے۔ اس کتاب کے د ہر مفتی محمدشفیع کے ایک فتوے کا ذکر ہے جس میں انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کیلئے مسلم لیگ میں شمولیت لازمی اور کانگریس میں شمولیت حرام ہے۔ اس کتاب میں مفتی صاحب کے خلاف جو زبان استعمال کی گئی اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی صرف کانگریس کے حامی مسلمانوں کے لئے محترم تھے پاکستان کے حامی مسلمان ان کے سخت خلاف تھے اور اسی لئے پاکستان بننے کے بعد مدنی صاحب نے پاکستان کو کبھی تسلیم نہ کیا۔ محمد ریاض درانی سے گزارش ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی ”خطبات صدارت“ بھی پڑھ لیں۔ مدنی صاحب نے پاکستان بننے کے بعد بھی قائداعظم کے بارے میں جو زبان استعمال کی میں اسے دہرانا مناسب نہیں سمجھتا۔ آج پاکستان کا اصل مسئلہ علامہ اقبال اور قائد اعظم کے مخالفین کا دفاع نہیں بلکہ پاکستان کا دفاع ہے۔ پاکستان کو امریکہ نواز لبرل فاشسٹوں سے بھی خطرہ ہے اور مذہب کے نام لیوا انتہا پسندوں سے بھی خطرہ ہے۔ ایسے میں قوم کا متحد ہونا بہت ضروری ہے۔

Leave a Comment

April ,

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی شیخ کے کچھ ذاتی حالات

Filed under: Home, ہوم, دیوبندی ازم — sulemansubhani @ am

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی شیخ کے

کچھ ذاتی حالات

گناہ قاسم برگشتہ بخت بد اطوار

بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی شیخ کی ولادت سوانح قاسمی کے مطابق

۱۲۴۸ ہجری کے کسی مہینہ میں ہوئی (سوانح قاسمی جلد اوّل ص۱۴۶)۔

آپ کے والدین نے آپ کا نام خورشید حسین رکھا تھا مگر آپ نے محمد قاسم رکھ لیا سوانح قاسمی جلد

اوّل ص۲۴ پر لکھا ہے کہ آپ کا تاریخی نام خورشید حسین تھا۔ بانی مدرسہ دیوبند کے والد کا نام اسد

علی۔ دادا کا نام غلام شاہ تھا یہ دونوں نام مصنف دھماکہ کے مطابق شیعہ طرز پر ہیں۔ اور پر دادا کا نام

بریلوی طرف پر یعنی محمد بخش تھا۔ ان کے ایک بھائی خواجہ بخش تھے (سوانح قاسمی ص۱۱۳،

۱۱۵)

آپ کے آباواجداد شاہجہانی عہد میں جاگیرپا کرنانوتہ آباد ہوئے(طیب ۱۱۳) مولوی محمد قاسم

صاحب نانوتوی جوڑتوڑ کا کھیل کھیلتے تھے(سوانح قاسمی ص۱۶۰ ج۱)

یہی وجہ ہے کہ وہ اوران کے معتقدین جوڑتوڑ کے فن میں ماہر ہیں تحریف و خیانت میں

خصوصی عبوراورملکہ تام حاصل ہے ۔آپ کے خداندان کے اکثر لوگ شیعہ ہو گئے(سوانح

قاسمی جلد اوّل ص۱۷۱)

آپ خود بھی اکثر شیعوں کے جلسہ میں آتے جاتے تھے(ارواحِ ثلاثہ ص۲۱۳)

مولوی محمد قاسم صاحب کو اکثر گستاخانہ خواب نظر آتے تھے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں" میں

نے یہ خواب دیکھا تھا کہ گویا میں اللہ جل شانہ، کی گود میں بیٹھا ہوا ہوں(سوانح قاسمی جلد اوّل ص

۱۳۲)۔

کتاب ارواحِ ثلاثہ میںیہ روایت بھی پائی جاتی ہے مولانا(محمد قاسم) نے ایک خواب ایامِ طالب

علمی میں دیکھا تھا کہ میں (معاذاللہ) خانہ کعبہ کی چھت کھڑا ہوں اورمجھ سے ہزاروں نہریں جاری

ہو رہی ہیں (ص۲۰٤ و سوانح قاسمی جلد اوّل ص۱۳۳)

مولانا نانوتوی نے خواب میں دیکھا تھا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر کسی اونچی شَے پر بیٹھا ہوں (معاذ اللہ

) سوانح قاسمی ص۱۳٤ بحوالہ ارواح ثلاثہ ص۱٦۹)

مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کا انگریزی مدرسہ دہلی سے بھی تعلق تھا (تذکرہ علمائے ہند فارسی

ص ۲۱۰ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱٤ئی سے)

یہی وجہ ہے کہ آپ نے آخر دم تک انگریز کا حق نمک ادا کیا اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی اہم

خدمات سرانجام دیں آپ کے ایک ہمعصر و ہم عقیدہ مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی (بھی

انگریزی) سرکاری ملازمت پر تھے بعد میں سبکدوش ہوئے (تذکرہ مولانا محمد احسن نانوتوی ص

۱۹۲)

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کچھ زیادہ ذہین نہ تھے ۔ انہوں نے مطبع مجتبائی میرٹھ میں ملازمت

اختیار کرلی اور چھاپہ خانہ میں ملازم ہوگئے (کتاب مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی ص۲۱۳)۔

مولوی رحمان علی صاحب مصنف تذکرہ علماء ہند آپ کے دہلی کے انگریزی مدرسہ سے تعلق کے

بارے میں لکھتے ہین

"بعد ازفراغ علوم چندے بمدرسہ انگریزی واقع دہلی گرفتہ

آپ کا سوانح نگار مناظر احسن گیلانی لکھتا ہے ۔ بقول مولانا طیب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت والا

کو گویا عورتوں سے بہت نفرت تھی(سوانح قاسمی جلد اوّل ص۵۲۳)۔

لیکن اس کے برعکس آپ بچوں سے بہت ہنسی مذاق فرمایا کرتے تھے اوران کے کمر بند کھول دیا

کرتے تھے(سوانح قاسمی ص٤٦٦ جلد اوّل)

یہ مرض آپ کی صحبت کے اثر سے آپ کے تلامذہ تک پھیلا ہوا تھا ۔ چنانچہ آپکے ایک خصوصی

تلمیذ کا واقعہ ارواحِ ثلاثہ کے الفاظ میں ملاحظہ ہو حکایت ۲۵۱ ِحضرت والد صاحب مرحوم

نے فرمایا کہ مولانا منصورعلی خاں صاحب مرحوم مراد آبادی حضرت(قاسم) نانوتوی رحمتہ اللہ

علیہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ انہوں نے اپنا واقعہ مجھ سے نقل فرمایا کہ مجھے ایک لڑکے سے عشق ہو

گیا اوراس کی محبت نے طبیعت پر اس قدر غلبہ پایا کہ رات دن اسی کے تصور میں گذر(انوارالاثلاثہ ص۲۹۲)

مولوی محمد قاسم صاحب واعظ وتبلیغ کرنے والونکو بے حیا کہا کرتے تھے ۔ وہ خود اپنے متعلق لکھتے ہیں کہ میں(قاسم نانوتوی) بے حیا ہوں وعظ کہہ لیتا ہوں(سوانح قاسمی جلد اوّل ص۳۹۹) ۔

وہ غلط مسئلے بتا دیا کرتے تھے اورپھر صحیح مسئلہ معلوم ہوتا تو لوگوں کے گھر جا کر اطلاع دیا کرتے تھے ۔ چنانچہ آپ کا سوانح نگار لکھتا ہے کہ وہ ایک شخص کے گھر گئے اور کہنے لگے "ہم نے اس وقت مسئلہ غلط بتا دیا تھا ۔ تمہارے آنے کے بعد ایک شخص نے صحیح مسئلہ ہم کو بتایا اوروہ اس طرح ہے"(سوانح قاسمی جلد اوّل ص۳۸۸)

لیکن افسوس کہ آپ نے تحذیرالناس میں خاتم النبییّن کے جو جدید معنی گھڑے اورمرزاقادیانی کی جو غیرمشروط تائید وحمایت کی اس سے آپ نے باربارتوجہ دلانے کے باوجود توبہ نہ کی اورنہ غلط مسئلہ سے رجوع کیا ۔ حالانکہ آپ نے ایک ہم عصر وہم عقیدہ مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی

نے بھی تحذیرالناس کی اس عبارت سے غیر مشروط توبہ کرلی تھی۔

ملاحظہ ہو"مولانا محمد احسن(نانوتوی) نے آخر میں(اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کے والد بزرگوار) مولوی نقی علی خاں کے ایک ساتھی رحمت حسین کو یہ لکھا جناب مخدوم و مکرم بندہ دام مجد ہم پس ازسلام مسنون۔ التماس یہ ہے کہ واقع میں جواب مرسلہ مولوی نقی علی خاں صاحب میری تحریر کے مطابق ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھ کو اس تحریر پر اصرار نہیں جس وقت علماء کے اقوال ہا مستندہ سے آئیں غلطی ثابت ہو گی میں فوراً اس کو مان لوں گا۔ مگر (مولوی نقی علی خان) صاحب نے براہِ مسافر نوازی وہ کی غلطی تو ثابت نہ کی اور نہ مجھ کو اس کی اطلاع دی بلکہ اوّل ہی کفر کا حکم شائع فرمایا اور تمام بریلی میں لوگ اس طرح کہتے پھرے خیر میں نے خدا کے حوالے کیا۔ اگر اس تحریر سے میں عند اللہ کافر ہوں تو توبہ کرتا ہوں خدا تعالیٰ قبول کرے۔ زیادہ نیاز۔ عاصی محمد احسن عفی عنہ،

(کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی ص۸۵)

اسی کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی کے صفحہ۹ پر ہے کہ اثر ابن عباس کی بحث اورمناظرہ احمد یہ اورتحذیر الناس کے جواب میں کئی رسالے لکھے گئے۔ ہمارے مطالعہ وعلم میں مندرجہ ذیل رسالے آئے ہیں:۔

۱۔ تحقیقات محمدیہ حل اوہام نجد ۱۲۸۹ھ ،۱۸۷۲ئ از مولوی فضل مجید بدایونی۔

المتوفی ۱۳۲٤ھ ۱۹۰٦ئ (تلمیذ مولانا عبد القادر بدایونی)

۲۔ الکلام الاحسن۔ مولانا محمد احسن نانوتوی کے رد میں مولوی ہدایت علی بریلوی کا رسالہ ہے۔

۳۔ تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال ۱۲۹۰ھ ۱۸۷٤ئ مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی

اس رسالہ میں مناظرہ احمدیہ اورتحذیر الناس کا رد کیا گیا ہے۔ مولوی نقی علی خاں کی حمایت کی گئی ہے۔

٤۔ قول الفصیح۔ مولوی فصیح الدین بدایونی۔

۵۔ افاداتِ صمدیہ۔

۶۔ رد رسالہ قانونِ شریعت۔

۷۔ ابطال اغلاط قاسمیہ۔ ازمولوی عبد اللہ امام جامع مسجد بمبئی۔

۸۔ فتاوایئی بے نظیر۔

۹۔ کشف الالتباس فی اثر ابن عباس۔

۱۰۔ اس فی موازنتہ اثر ابن عباس وغیرہ (مولانا محمد احسن نانوتوی صفحہ ۹۱ تا ۹٤)

بلکہ خود سوانح قاسمی میں ہے "اُسی زمانہ میں "تحذیر الناس" نامی رسالہ کے بعض دُعاوی کی وجہ

سے بعض مولویوں کی طرف سے خود سیدنا امام الکبیر (مولوی محمد قاسم نانوتوی) پر طعن و تشنیع کا

سلسلہ جاری تھا"۔ (ص ۳۷۰، ج ۱)

متذکرہ بالا حوالہ جات سے واضح ہوا کہ تحذیر الناس کی کفریہ عبارت پر صرف اعلیٰ حضرت

فاضل بریلوی قدس سرہ، ہی نے مواخذہ نہ فرمایا بلکہ آپ سے پہلے بھی علماء اس کا رد بلیغ فرما چکے

تھے لیکن نانوتوی صاحب کے مقدر میں توبہ نہ تھی۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی "عوض و

واجب تو نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تقریباً تواتر کے رنگ میں لوگوں سے روایتیں نقل کی جاتی ہیں کہ

دوسروں کے خیال سے آپ نفلی نمازوں کو بھی ترک فرما دیا کرتے تھے۔ (سوانح قاسمی جلد اوّل ص

(۳٦٥

"بعض اوقات ناجائز یا مشتبہ آمدنی رکھنے والوں کی دعوتوں میں شریک ہونے پر آپ کو مجبور ہونا

پڑتا تھا ۔ شریک بھی ہوتے تھے اور دعوت کرنے والے کی تسلی کے لئے کچھ تناول بھی فرمالیتے تھے لیکن

گھر پہنچ کر خان صاحب کی شہادت ہے کہ قے کرتے تھے"

(سوانح قاسمی جلد اوّل ص۳٦٥)

مولوی قاسم صاحب اپنے مہمانوں کا خاص خیال رکھتے تھے اور حقہ پینے والوں کو پہچان لیتے تھے ۔ ان

کو حقہ خود بھر کر پلاتے تھے ۔

(سوانح قاسمی جلد اوّل ص٤٦٨)

آپ شیرینی پر ختم کے بھی قائل تھے ۔ چنانچہ لکھا ہے رمضان کا چاند دیکھ کر مولوی صاحب نے

قرآن شریف یا د کیا تھا ۔ اوّل وہاں سنایا اور جہاز میں کیا سیر تھا بعد عید مکلہ پہنچ کر حلوائے مسقط خرید فرما کر شیرینی ختم دوستوکو تقسیم فرمائی (سوانح قاسمی جلد اوّل ص۳۸)

آپ کا حلیہ آپ کے سوانح نگار نے یوں لکھا ہے "قدرے داغ چیچک نمودار تھے (مذہب منصور ص۱۹۵) "میانہ قد، نہ موٹے اور نہ بالکل لاغر تھے

حکیم مولوی منصور علی خاں فرماتے ہیں کہ آپ کا رنگ سانولا تھا واللہ اعلم ان الفاظ سے ان کی کیا مراد ہے"۔ (سوانح قاسمی جلد اوّل ص۱۵۶)

مولوی صاحب کو اپنی دست بوسی اور قدم بوسی کروانے کا بھی بہت شوق تھا ۔ ان کا سوانح نگار لکھتا ہے ۔"ان کی دست بوسی اور قدم بوسی کے واسطے ہاتھ اور پیر کی نزاکت اور خوبصورتی کافی تھی ۔ وہ ایسے موزوں اور دلکش تھے کہ بے اختیار بوسہ دینے کو جی چاہتا تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ان کی سی نزاکت اور دلبری کسی معشوق میں بھی نہ دیکھی (سوانح قاسمی جلد اوّل ص۱۵۵)

آپ کا سوانح نگار لکھتا ہے "جب آپ بیمار ہوئے غفلت کی شدت لمحہ لمحہ سے بڑھتی ہی چلی

جاتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جب ظہر کا وقت آگیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پکارنے والے پکار رہے ہیں۔ یاد دلا رہے ہیں یاد دلا رہے ہیں کہ (حضرت) ظہر کی نماز کا وقت ہے۔ مصنف امام موجود تھے لکھتے ہیں کہ نماز کے لئے کہا تو سوائے اچھا کے اور کچھ نہ کرسکے نہ تیمم کی طرف توجہ ہوئی نہ نماز کی"۔

(سوانح قاسمی جلد دوم ص۱۱۵)

سوانح نگار لکھتا ہے جب آپ کے مرنے کا وقت قریب آیا تو سرورِ کائنات خاتم المرسلین رحمتہ اللعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خلفاء اربعہ راشدین تشریف لائے اور فرشتے بھی نظر آئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کرسی پر تشریف فرما تھے۔ خلفاء اربعہ راشدین کھڑے تھے۔ سامنے ایک پلنگ پر دیکھا مولانا (نانوتوی) آئے (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے فرما رہے تھےکہ حبیب آنے میں کیا دیر ہے" (سوانح قاسمی جلد دوم ص۱۲۰)

خواب میں انہوں نے دیکھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ان کو محسوس ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہٖوسلم کا جسم مبارک مولانا(نانوتوی) کے جسم مبارک میں سمانا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ ہر

عضو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖوسلم کا ہر عضو مولانا میں سما گیا الا سر مبارک ۔

(سوانح قاسمی جلد دوم ص۱۲۹)

مولوی محمد قاسم صاحب کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے ۔ جب مولوی صاحب کی موت کا وقت

قریب آیا تو آپ نے مولوی محمود الحسن صاحب سے کہا مجھے کہیں سے ککڑی لا کر کھلاؤ۔ ارواحِ

ثلاثہ ص۲۷۱)

چنانچہ آپ ککڑی کھاتے کھاتے دنیا سے رخصت ہوئے جبکہ حقیقی بزرگانِ دین اولیائے کا ملین

دعلمائے عاملین کی زبان پر وقت آخر کلمہ طیبہ ۔ اللہ ہو کا ذکر ہوتا ہے ۔

دیوبندیوں کا کہنا ہے ۔ مولوی محمد قاسم صاحب کی وفات ، وفات سرورِعالم کا نمونہ تھی اوراس

مصرعہ سے آپ کی تاریخ وفات نکالی گئی ع وفات سرورِعالم کا یہ نمونہ ہے۱۲۹۷ھ (سوانح قاسمی

جلد دوم ص۱۳۷)

٤ جمادی الاوّل ١٢٩٧ھ بروز پنجشنبہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کا وصال ہوا (کتاب مولانا محمد احسن نانوتوی ص٢٢٣)

مصنف سوانح قاسمی لکھتا ہے ایک قیامت برپا ہو گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مولوی صاحب کے انتقال کا سا غم والم کبھی نہ دیکھا تھا ایک ماتم عام تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ گھر میں وسعت نہ تھی۔ مدرسہ (دیوبند) میں لا کر جنازے کو رکھا (سوانح قاسمی جلد٢ ص١٣٩)۔

سینکڑوں آدمی جنازہ کو اٹھانا چاہتے تھے۔ چارپائی چر چِر کرنے لگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بہت آدمی جنازہ میں کمبل پوش فقراء موجود تھے۔ مصنف امام کا بیان ہے کہ مغرب سے پہلے نماز ہوئی (سوانح قاسمی جلد دوم ص١٤١)

لکھا ہے ایک عبرت انگیز مشاہدہ یہ بھی تھا کہ کمبل پوش فقراء جو اچانک خدا جانے کہاں سمٹ آئے تھے نماز اور دفن کے وقت تو دیکھے گئے لیکن لکھتے ہیں کہ بعد دفن سب غائب ہو گئے۔ دفن کے بعد ہی یہ غائب ہو جانے والے رجال کون تھے؟ کہاں سے آئے تھے کہاں چلے گئے؟ اس کا جواب کیا دیا

جاسکتا ہے ۔(سوانح قاسمی ص۱۴۳ ج۲)

سوانح قاسمی جلد۲ صفحہ۱۴۸ و۱۴۹ کے درمیان ایک فوٹو لگا ہوا ہے ۔ جس میں ایک اونچی قبر کے سرہانے ایک بہت بڑا پتھر لگا ہوا ہے۔ لکھا ہے ایک دفعہ نہیں ، متعدد مواقع پر مشاہدہ کرنے والوں نے وفات کے بعد دیکھا کہ مولانا (قاسم) نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ جسدِ عنصری کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تھے"۔ (سوانح قاسمی جلد دوم ص۱۵۰ و ارواحِ ثلاثہ ص۱۸۵)

بانیٔ مدرسہ دیوبند مولوی محمد قسم صاحب نانوتوی کی یہ مختصر سوانح عمری ہم نے اُن کے سوانح نگاروں کے مستند حوالوں سے بیان کی ہے ۔ قارئین کرام کو اس سے دیوبندی وہابی عقائد کی حقیقت کا پتہ چلے گا ۔ جو امور حضرات اولیاء اللہ قدست اسرارہم کے لئے کفر و شرک و بدعت اور ناممکن سمجھے جاتے ہیں ۔ وہ سب کمالات بانیٔ مدرسہ دیوبند میں موجود بتائے جاتے ہیں ۔

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے تحذیر الناس نامی ایک کتاب لکھ کر مسلمانانِ ہند میں فتنہ کی بنیاد ڈالی۔

اس کتاب سے مرزائیوں ، قادیانیوں اوردیگر جدنبوت کے بانیوں کو بہت فائدہ پہنچا ۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب نے اپنے نام نہاد دعویٰ نبوت کی بنیاد تحذیر الناس پر رکھی ۔

ملاحظہ ہوں قادیانی کتب

مولوی محمد قاسم صاحب نے ختم نبوت کے وہ معنی بتائے جوآج تک مسلمانوں میں رائج نہ تھے اور تمام علماء وفقہاء متقدمین ومتاخرین کی تصریحات اورخود سرکارِرسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان لا نبی بعدیکے سراسر منافی تھے ۔ خود بانیٔ مدرسہ دیوبند کی سوانح قاسمی میں ہے ۔

"نیزاسی زمانہ میں تحذیر الناس نامی رسالہ کے بعض دُعاوی کی وجہ سے بعضوں کی طرف سے خود سیدنا امام الکبیر(مولوی قاسم) پر طعن وتشنیع کا سلسلہ جاری تھا(جلد اوّل ص۳۷۰)

تحذیر الناس کی عقیدہ ختم نبوت کے منافی عبارات یہ ہیں جن پر اکابر علماء عرب وعجم نے فتویٰ کفر صادرفرمایا ۔

"اوّل معنی خاتم النبیّین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دِقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال

میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور

آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدیم یا تا خیر زمانی میں بالذات کچھ

فضیلت نہیں پھر مقامِ مدح میں ولٰکن رسُول اللّٰہ و خاتم النّبیّینفرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو

سکتا ہے"۔

(تحذیر الناس ص٥۔٦)

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت

محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(تحذیر الناس ص٢٤)

قارئین کرام سنجیدگی کے ساتھ دیوبندی مذہب کی حقیقت پر غور کریں اورازراہِ انصاف خود فیصلہ

کریں کہ قادیانی کذاب کی نام نہاد نبوت کو تقویت پہنچانے والا کون تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟

a Comment Leave

دیوبندی مذہب میں مذہب کی اہمیت

sulemansubhani — am دیوبندی ازم, ہوم, Home : Filed under

دیوبندی مذہب میں

مذہب کی اہمیت

نانوتوی صاحب کے حکم سے روزہ توڑ دیا

"حضرت والا مرحوم نے فرمایا کہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے کبھی حضرت نانوتوی (بانی ئی مدرسہ دیوبند) کے خلاف نہیں کیا ایک دن چھتہ کی مسجد میں حاضر ہوا حضرت احاطہ مسجد میں ہوئے بھُنے ہوئے تناول فرمارہے تھے۔ فرمایا کہ آئیے۔ میں نے عرض کیا حضرت میرا تو روزہ ہے تھوڑی دیر تائل کر کے پھر یہی فرمایا کہ آئیے مولانا۔ میں فوراً بلا تائل کھانے بیٹھ گیا حالانکہ عصر کی نماز ہو چکی تھی۔ افطار کا وقت قریب تھا۔ حضرت نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس سے زائد آپ کو ثواب عطا فرمائے گا۔ جتنا کہ روزہ کا ہوتا ہے چنانچہ مجھے اس افطار

کے بعد کچھ ایسی کیفیات ولذات محسوس ہوئیں کہ میں نے کبھی صوم میں بھی نہیں دیکھی تھیں"۔

ارواح ثلٰثہ ص۳۷۹ حکایت نمبر۳۷۳)

شراب پی لیا کرو بے وضو نماز پڑھ لیا کرو

"خان صاحب نے کہا کہ میرے سے وضو نہیں ہوتی اور نہ یہ دو عادتیں چھٹتی ہیں آپ نے فرمایا کہ بے وضو ہی پڑھ لیا کرو اور شراب بھی پی لیا کرو اس پر اُس نے عہد کیا کہ میں بغیر وضو ہی پڑھ لیا کروں گا"۔(ارواح ثلٰثہ ص۲۳۷)

پھر بے وضو نماز کا حکم

"ایسے ہی ایک مرتبہ گڑھی پختہ تشریف لے گئے ایک خان صاحب سے نماز کے لئے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے داڑھی چڑھانے کی عادت ہے اور وضو سے یہ اتر جاتی ہے آپ نے فرمایا بے وضو پڑھ لیا کرو"۔(ارواح ثلٰثہ ص۲۳۸ حکایت نمبر۱۹۲)

یہ ہے دیوبندیوں وہابیوں کے ہاں روزہ کی اہمیت کہ نانوتوی صاحب کے حکم سے روزہ توڑ کر کہا کہ کبھی صوم میں بھی اتنی کیفیات اور لذت محسوس نہ ہوئی تھیں ۔ نانوتوی صاحب کو بتا دیا گیا کہ وہ

روزہ سے ہیں پھر بھی روزہ توڑنے پر اصرار کیا اور یہ ہے دیوبندی علماء کی نظر میں نماز کی اہمیت کہ جس کو دل چاہا بے وضو پڑھنے کے احکام صادر فرما دئے ے۔

اے شیخِ حرم برسرِ منبر تِری یہ شعلہ بیانی

اپنی بات

اے شیخِ حرم برسرِ منبر تِری یہ شعلہ بیانی
صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کے قلم سے
قارئین کرام
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
ان ہمارے پیارے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں امام کعبہ، شیخ القرآن شیخ ڈاکٹر عبد الرحمن السدیس بن عبد العزیز صاحب رونق افروز ہیں جو حکومتِ پاکستان کی دعوت پر تشریف لائے ہوئے ہیں اور تادمِ تحریر یہاں کے مختلف دینی اداروں کے پروگراموں میں شریک ہو چکے ہیں نیز اعلیٰ حکومتی شخصیات

سے ملاقاتیں کرچکے ہیں۔ وہ جہاں جاتے ہیں مسلمانانِ پاکستان ان کا والہانہ استقبال کرتے ہیں اورکرنا بھی چاہیئے کہ مسلمانانِ برصغیر ایشیائے کوچک اپنے آقا و مولیٰ، تاجدارِ حرم، شہنشاہِ عرب و عجم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اوران سے منسوب ہر شے سے والہانہ محبت کرتے ہیں اورحریمین شریفین کی حفاظت کے لیے اپنی جان قربان کرنا سعادت سمجھتے ہیں کیونکہ اللہ تبارك وتعالیٰ نے یہ ارشاد فرماکر

لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۝ وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ ۝ (البلد : تا)

(مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو

روئے زمین کے تمام مسلملوں کو حریمین شریفین سے محبت اوراس کے احترام کی تعلیم دی ہے۔ لہٰذا امامِ کعبہ (کسے باشد) سے مسلمانوں کا اظہارِ محبت و عقیدت ایك فطری عمل ہے۔ اس میں امامِ کعبہ کی دستارِ فضیلت اورجبہ مبارکہ کے اندرملفوف شخصیت کی ذاتی حیثیت کا دخل نہ ہونے کے برابر ہے۔ بلکہ کا والہانہ استقبال کرنے والے ہزاروں مسلمانوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ اس قدرقیمتی، خوبصورت، لباس اورعباء سے مزین اس شخصیت کانام کیا ہے؟ سعودی حکومت سے حرم شریف میں امامت و خطابت کے عوض ان کو کس قدربھاری رقم بطورِتنخواہ ملتی ہے؟ اس عظیم منصب پرفائز ذاتِ گرامی کا طرزِزندگی درویشانہ ہے یا شاہانہ؟ اوررنگ و نسل، مسلك و مشرب کے اعتبار سے ان کی پہچان کیا ہے؟ وہ تو صرف یہ جانتے ہیں کہ ہمارے آقا و مولیٰ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت کے متبرك شہر مکة المکرمه سے ان کا تعلق ہے اوربس!اسی لی ے پاکستان میں ہمارے محترم مہمانانِ گرامی نے اپنی اس والہانہ محبت کا بھی خوب فائدہ اٹھایا۔ حکومت اورعوام نے ان کا والہانہ استقبال کرکے صاحبِ اسلام اورمرکزِاسلام سے اپنی پُرخلوص عقیدت و محبت کا اظہارکیا ہے۔ چنانچہ وہ جہاں جہاں بھی تشریف لے گئے، وہاں انہوں نے مسلمانانِ پاکستان کو پند و نصائح سے نوازا۔ جن امورکی طرف انہوں نے توجہ دلائی، ان سے کوئی مسلمان اختلاف نہیں کرسکتا۔ مثلا

۔مسلمانوں کو اپنی اصلاح و فلاح کے لیے قرآن مجید سے روشنی حاصل کرنی ہوگی۔

۔امّہ کے اتحاد و اتفاق اوراسلامی دنیا کے مسائل کے حل کے لے اجتماعی کوششیں کرنی ہوں گی۔

۔گروہی اورفرقہ وارانہ اختلافات سے گریزوقت کا تقاضہ ہے۔ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

۔ایمان و عقیدہ میں پختگی اوراحکاماتِ اسلامی پرپابندی سے عمل کرتے ہوئے ہم مسلمانوں کو سائنس اورٹیکنالوجی میں ترقی کرنی ہوگی۔

(واضح ہوکہ آج سے تقریباً سو سال قبل امام احمد رضا محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ اس نکتہ کی طرف نہایت شدّ ومد کے ساتھ مسلم سائنسدانوں، اسکالرز، محققین اورعلمائے وقت کی توجہ دلا چکے ہیں۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ آج سو سال بعد سرزمینِ حرمینِ شریف سے یہ اسی کی بازگشت ہے۔)

۔جدید بین الاقوامی حالات کے تناظر میں حکمت وبصیرت کے ساتھ اسلام کی تبلیغ واشاعت کی ضرورت ہے تاکہ اسلام کے خلاف مغرب کی غلط فہمیاں دور ہوں۔

۔اسلام کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔

۔"لال مسجد" والے معاشرہ کی اصلاح اورکفارو مشرکین سے جہاد کے لیے شرعاً مکلف نہیں۔ وہ صدر پرویش مشرف کے انتباہ پر لال پیلے نہ ہوں۔ یہ حکومت وقت کا کام ہے، انہیں ہی کرنے دیں۔

۔اسلام امن وسلامتی کا پیامبر ہے۔ دہشت گرد مسلمان نہیں ہیں۔

یہ تو وہ امور ہیں جن میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جس سے کسی کو کوئی اختلاف کی گنجائش ہو لیکن شیخ حرم کی صدرِمملکت جنرل پرویز مشرف سے ملاقات کے بعد کچھ ایسے امور بھی امام حرم کے حوالے سے اخبارات کی شہ سرخیوں کی زینت بنے جن کو پڑھ کر پاکستانی عوام انگشت بدنداں رہ گئے کہ امامِ کعبہ نے پاکستان کے اندرونی سیاسی اموراورمعاملات پر اظہارِ خیال کرنا اورفتویٰ دینا شروع کردیا۔ امام کعبہ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ صدرپرویز مشرف کی حفاظت فرمائے اورانہیں حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ اخبارات میں اس قسم کے ان کے دیگر ارشادات بھی شہ سرخی بنے۔ انہوں نے فتویٰ دیا "کہ حکومتِ وقت اورصدرِ مملکت کی اطاعت سب پر لازم ہے۔" وغیرہ وغیرہ۔ امامِ حرم کے اس قسم کے سیاسی بیانات اورفتووں نے جہاں صدرپرویز کے حامی حلقوں کو نہال کردیا، وہاں ان کے مخالفین خاص طورپر چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری صاحب کی حمایت میں مہم چلانے والی سیاسی پارٹیوں اوران کے حامیوں کو شدید تعجب بلکہ غم وغصہ میں مبتلاء کردیا۔ بلکہ انہی کے ہم مسلک وہم عقیدہ معروف کالم نگار جناب عطاء الحق قاسمی نے جو اس سے قبل امامِ حرم کا نہایت ادب واحترام کے ساتھ نام لے رہے تھے، اس پر فوری ردِّ عمل ظاہر کرتے ہوئے تحریر کیا کہ "شیخِ حرم نے صدرپرویز کے خلاف سیاسی تحریک چلانے والے عوام اورسیاسی رہنماؤں کو حاسد قراردیا ہے اورآمریت کے حق میں دعا دی ہے" ملک کے ایک اوربڑے کالم نگار نے شیخِ حرم کے بیانات کو ایک "سرکاری ملازم" کے افکار قراردیا ہے۔ (واضح ہو کہ شیخ حرم موصوف حکومت سعودیہ کے ایک تنخواہ دار ملازم ہیں)

بہرحال! شیخِ حرم کے اس قسم کے بیانات سے بہت سے لوگوں کے دل افسردہ اورآنکھیں نمناک ہیں اورمہمان "مردِ حق" کے لیے ہمارے ملک میں جو احترام و محبت کی فضاء بنی تھی، اب وہ مکدر ہوتی نظر آرہی ہے۔

علامہ اقبال نے سچ فرمایا

سینہ افلاک سے اٹھتی ہے آہِ سوزناک

مردِ حق ہوتا ہے جب مرعوبِ سلطان و امیر

عوام نے شیخِ حرم محترم کا جو والہانہ استقبال کیا وہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ وہ ایک مقدس سرزمین کہ جہاں پیدائشِ مولیٰ کی دھوم ہے، کے منسوب کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے جگہ جگہ جمع ہوئے۔ انہیں اس سے غرض نہیں تھی کہ جو صاحب شیخ حرم کی مقدس عباء میں تشریف لائے ہیں، ان کے ذاتی کوائف کیا ہیں۔ لیکن ہمارے ملک کے پڑھے لکھے طبقے کے افراد اورالیکٹرونک اورپرنٹ میڈیا کے احباب بشمول کالم نگارحضرات کوتو ان تمام باتوں کا علم ہے۔ پھر وہ اس بات کوکیوں نہ سمجھ سکے کہ ہمارے مہمان محترم

وہ آئے نہیں بلائے گئے ہیں

مدرسہ جامعہ اشرفیہ، لاہورکے ساٹھ سالہ جشنِ تاسیس کا اسٹیج ہویا ایوانِ صدرکی ضیافت گاہ، یہ سب ایک سوچے سمجھے منصوبے کی بساط گاہ تھی ورنہ آپ سوچیں کہ جن شیخِ حرم کے نزدیک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جشنِ ولادت منانا اوراس کے لیے تعینِ تاریخ ووقت وجگہ دونوں حرام ہوں وہ تعینِ تاریخ و وقت اورجگہ کے ساتھ اس جشن ساٹھ سالہ میں شرکت کی حرام دعوت کو قبول فرمارہے ہیں

ناطقاں سربگریباں ہے اسے کیا کہیے؟

قارئین کرام جب مدرسہ اشرفیہ(لاہور) کی بات چل نکلی ہے تو یہ بھی وضاحت کردی جائے کہ ان حضرات اور"لال مسجد"والوں کے اگرچہ پیرانِ کرائم ایک ہی ہیں لیکن ان کے رنگ علیحدہ ہیں"لال مسجد"والے بات بات پرکبھی لال کبھی پیلے کبھی دونوں ہوتے رہتے ہیں لیکن"اشرفیہ"والے چونکہ نہایت سادہ لوح اور مخلص قسم کے"صلح کلی"ہیں اس لئے سفید رنگ کوپسند کرتے ہیں لیکن چونکہ ملک کے"سفید وسیاہ کے مالک"اشرفیہ سے روزتاسیس سے ان کے گہرے روابط و مراسم رہے ہیں اس لیے کبھی یہ سیاہ عمامے اورجبے بھی استعمال کرلیتے ہیں۔ البتہ کبھی یہ سیاسی جبہ وعمامہ کے اوپر نظر آتی ہے اورکبھی اندر سے جھلکتی ہے۔ غرض کہ یہ باعمل حضرات آج کی دوعملی کے دورمیں نہایت سختی سے حالی پانی پتی کی اس ہدایت پر عمل

پیرا ہیں ع

چلو تم ادھر کو، ہوا ہو جدھر کی

قارئین کرام آپ کو یاد ہوگا کہ چند ماہ قبل وفاقی وزیر مذہبی امور کے حوالے سے یہ خبریں اخبارات میں آئی تھیں کہ موصوف نے اسلام آباد کی لال مسجد" کے معاملات کے حوالے سے"امام کعبہ" سے فتویٰ حاصل کرلیا ہے۔ امام صاحب جلد دوبارہ بطورِ مہمانِ حکومت پاکستان تشریف لائیں گے تو اس موضوع پر اظہارِ خیال فرمائیں گے۔ تو ظاہر ہے کہ ان کی آمد کا مقصد حکومتِ وقت کو سیاسی فائدہ پہنچانا ہی تھا۔

اب رہا اس کا ہونا کہ انہوں نے ہمارے ملک میں آمریت کی تائید کی ہے، یہ امر فضولی ہے۔ تاریخِ نجد و حجاز پر نظر رکھنے والے تمام ذی شعور حضرات جانتے ہیں کہ سعودی مملکت کی بنیاد دو خانوادوں کے معاہدے اور شراکتِ عمل سے وجود میں آئی۔ آلِ سعود اور آلِ شیخ(شیخ محمد بن عبد الوہاب کا خاندان)۔ آلِ سعود حکومت کا سیاسی نظام چلانے کے ذمہ دار ہیں جب کہ آلِ شیخ مذہبی امور کی انجام دہی پر مامور ہیں۔ ان لوگوں نے حجاز مقدس کو تاراج کیا، وہاں کے مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتوے لگائے اور عوام تو عوام، علماء کو تہہِ تیغ کیا۔ جب نجد و حجاز میں کی نئی مملکت کی بنیاد رکھی گئی تو اسلام کے شیدائی اور مجاہد ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کے لیے یہ سنہری موقع تھا کہ وہاں خلافتِ راشدہ کے نمونے کی جمہوری حکومت قائم کی جاتی(جیسا کہ اس وقت کے صوبہئی نجد کے حکمران ملک عبد العزیز نے پوری مسلم امہ سے وعدہ فرمایا تھا جس کا تحریری ثبوت ہندوستان کی خلافت کمیٹی اور حجاز مقدس کے آثارِ مقدسہ بچاؤ کمیٹی کے ارکان علامہ سید سلمان ندوی اور مولانا محمد علی جوہر کے پاس تھا "تاریخِ نجد و حجاز" مصنفہ مفتی عبد القیوم ہزاروی میں شائع ہوچکا ہے) لیکن دنیا نے دیکھا کہ حریمین شریفین کی مقدس سرزمین پر ہزاروں معصوم اور بے گناہ مسلمانوں کا خون بہانے اور صحابہئی کرام اور صالحین امت کے تمام مزارات کو تاراج کرنے کے بعد وہاں"جلالة ملک"(آلِ شیخ) کی شہنشاہیت قائم کی گئی۔ گستاخی معاف ہیہ شیخانِ حرم اسی شہنشاہیت کے سائے میں پلے بڑھے ہیں۔ یہ جمعة المبارکہ کا خطبہ بھی اپنے الفاظ میں نہیں دے سکتے بلکہ شہنشاہِ وقت کی طرف سے تحریر شدہ خطبہ پڑھنے کے مکلف ہیں۔ تو ملوکیت کے سائے میں پروردہ شیخانِ حرم سے آمریت کے خلاف فتویٰ کی توقع ایسا ہی ہے جیسے خارزار زمین پر کوئی نسترین و نسترن، چمپا، چنبیلی اور گلاب کے چمنستان کھلنے کی امید لگائے۔

پرنٹ میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا کے نمائندے ہمارے ملک میں آزادی صحافت، آزادی تحریر و تقریر،

غیرجانبدار اور آزاد عدالتی نظام جس میں انسان کے بنیادی حقوق کی ضمانت ہو، کی آئے دن رٹ لگاتے ہیں، ٹی۔وی پر مذاکرات منعقد ہو رہے ہیں حقوقِ انسانی کی انجمنیں اور سیاسی پارٹیاں اور اکیڈیمیات سیمینار منعقد کر رہی ہیں۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ جب ہمارے محترم مہمان شیخ حرم نے پریس کانفرنس منعقد کی تو کسی صحافی نے ان سے ان کے ملک کے سیاسی، معاشی اور عدالتی نظام مذہبی و مسلکی تعصب پر مبنی اور شخصی آزادی اور اظہارِ رائے پر قدغن لگانے والے جبر و ظلم کا مذہبی پولیس (مطوّہ) نظام کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا۔ حالآنکہ حال ہی میں اخبارات میں عالمی حقوق انسانی کی انجمن کے حوالے سے ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ سعودی عرب کی مذہبی پولیس سے سنگین قسم کی حقوقِ انسانی کی خلاف ورزیاں مشاہدے میں آئی ہیں۔ اس پولیس کو کسی بھی شہری کے گھر میں گھسنے اور موقع پر معاشرتی جرم پر سزا دینے کے وسیع اختیارات ہیں۔ مذہبی پولیس جس کا جا و بے جا استعمال کرتی رہتی ہے اور ان کے تشدد سے کئی اموات بھی واقع ہوچکی۔ اس سلسلہ میں حقوقِ انسانی کی انجمن نے حکومت سعودیہ پر زور دیا ہے کہ وہ مذہبی پولیس کے اختیارات کو کم کرے اور گھروں میں گھس کر تشدد کرنے، لوگوں کو تشدد کرکے ہلاک کرنے والے پولیس اہلکار کے خلاف مقدمہ قائم کرکے تادیبی کاروائی کرے۔ تفصیلات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مذہبی پولیس مذہبی و مسلکی تعصب اور سعودی اور غیر سعودی کے حوالے سے بھی لوگوں کو تشدد کا نشانہ بناتی ہے اور اس کے خلاف کسی بھی عدالت میں سنوائی نہیں ہوتی۔ ضرورت تھی کہ شیخِ حرم سے درج ذیل سوالات پوچھے جاتے

)کیا اسلام کے سیاسی نظام میں ملوکیت اور شخصی نظامِ حکومت کی گنجائش ہے؟

)کیا ملک کے افرادی، پیداواری اور معاشی وسائل پر شخصِ واحد، یا اس کے خاندان، یا ایک مخصوص گروپ کا قبضہ اور اس میں اپنا من مانا تصرف اسلامی شریعت کی رو سے جائز ہے؟

)کیا سعودی عرب کے نظامِ عدل کے تحت اور وہاں کے قانون کے تحت عام شہری کے حقوق و مراعات وہی ہیں جو وہاں کے شاہی خاندان کو حاصل ہیں؟

)کیا خلفائے راشدین کی طرح "جلالۃ الملک" اعلیٰ عدالت یا پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہیں یا انہیں اس کے برعکس مکمل تحفظ حاصل ہے؟

)کیا وہاں کی اعلیٰ عدالتیں ملک کے آئین کی تشریح کرنے کی مجاز ہیں؟

)کیا معاشی استحصال اور حقوقِ انسانی کی خلاف ورزی کے معاملے میں "جلالۃ الملک" سمیت ہر شخص

عدالت کی نظر میں برابر ہے اور اس سے جواب طلبی ہوسکتی ہے؟

)شیخِ حرم محترم نے مسلمانانِ پاکستان کو فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور بین المسلمین اتحاد کو فروغ دینے کا مشورہ دیا ہے جو ایک اچھی بات ہے۔ مملکت سعودیہ میں بھی مختلف مسالک کے افراد آباد ہیں، مثلاً اہلِ سنت، شیعہ، وہابی، پھر مذہب کے حوالے سے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ۔ کیا شیخِ حرم کے ملک میں تمام مذاہب و مسالک والوں کو اپنے اپنے فقہ اور عقیدوں کے مطابق زندگی گذارنے کی کھلی آزادی حاصل ہے؟

)اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر یہ بتایا جائے کہ ایک ہی مسلک و مذہب کے امام کی اقتداء میں دوسرے مسلک و مذہب والوں کو نماز پڑھنے کے لیے مجبور کیا جانا اور انکار یا نمازِ با جماعت (ثانی) کے اہتمام پر مذہبی پولیس والے اس کو گرفتار کرکے پابندِ سلاسل کیوں کرتے ہیں؟ اور قاضی فوری طور پر انہیں قید و بند کی سزا کیوں سنا دیتا ہے؟ کیا شخصی آزادی سلب کرنے کی یہ بدترین مثال نہیں ہے؟

)شیخ حرمِ محترم آپ نے قیامِ پاکستان کے دوران جہاں جہاں تقریریں کی ہیں آپ نے بڑے زوردار الفاظ میں پاکستان میں موجود تمام فرقوں کو اتحاد و اتفاق سے رہنے کی تلقین کی ہے اور تمام فرقوں کو مسلمان تسلیم کرتے ہوئے انہیں عالمی سطح پر ملی یکجہتی کا مظاہرہ کرکے معاشیات اور سائنسی میدان میں ترقی کرنے کا نیک مشورہ دیا ہے، ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ لیکن دیکھا گیا ہے اور اس پر کثیر شہادتیں پیش کی جاسکتی ہے کہ آپ کے ملک میں "وہابی" عقیدے کے علاوہ تمام دیگر مسالک کے لوگوں کو بلاتکلف مشرک قرار دیا جاتا ہے اور انہیں اپنے مسلک اور عقیدے کی تبلیغ کی آزادی تو بڑی بات ہے اپنے عقیدہ کے اظہار کی بھی آزادی نہیں۔ چنانچہ اپنے مسلک اور عقیدہ کے اعتبار سے عبادات اور دیگر مذہبی رسوم ادا کرنے والوں (بالخصوص اہلِ سنت وجماعت کے افراد) کو آپ کی مذہبی پولیس والے گرفتار کرکے نہ صرف یہ کہ تشدد کا نشانہ بناتے ہیں بلکہ جبر اور ظلم کرکے اسے اپنا عقیدہ اور مسلک چھوڑنے پر مجبور کرتے ہیں ورنہ اسے جیل کی نہایت تنگ و تاریک کوٹھری میں بند کرکے اس کے مرنے کا انتظار کرتے ہیں اور آپ کی مذہبی پولیس کے اس ظلم کے خلاف آپ کے ملک کی کسی عدالت میں اپیل بھی نہیں ہوسکتی۔ اور اگر اتفاق سے وہ شخص غیر سعودی ہے یعنی اس کا تعلق برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش سے ہے تو خواہ کتنی ہی بڑی علمی اور روحانی شخصیت کیوں نہ ہو، آپ کی حکومت اسے جیل کی سزا بھگتنے کے بعد اس کا خروج کرا دیتی ہے خواہ وہ حج و عمرہ کا زمانہ ہی کیوں نہ ہو، وہ شخص احرام کی حالت ہی میں کیوں نہ ہو، آپ کی مذہبی پولیس والے اس پر بالکل ترس نہیں کھاتے۔ ناگفتہ بہ ظلم اور تشدد کے علاوہ ایک مسلمان کی حیثیت سے حج و عمرہ ادا کرنے کا اس کا جو بنیادی

حق ہے، اس سے آپ اسے محروم کردیتے ہیں، تو آپ کے قول و فعل میں یہ تضاد کیوں ہے؟

)جس بات کی تلقین آپ پاکستان کے مسلمانوں کو کررہے ہیں آپ اس کا مظاہرہ اپنے ملک میں کیوں نہیں کرتے کیوں کہ بطورِامامِ حرم آپ کی تقریر بھی اسی مذہبی نظام کا ایک حصہ ہے جس کے ماتحت مذہبی پولیس آتی ہے۔ اس لیے اگر آپ کی یہ باتیں حقیقت اورصداقت پر مبنی ہیں تو آپ نے اپنے مذہبی اورسیاسی نظام کی اصلاح کی کوشش کیوں نہ کیں اوراگر آپ نے کی لیکن آپ کی سنوائی نہ ہوئی تو آپ ایسے ظالمانہ اور جابرانہ نظام کا حصہ بن کر اسلام کی کون سی خدمت انجام دے رہے ہیں؟

)کیا آپ کے ملک کے نظامِ تعلیم میں دوسرے مسالک و مذاہب کی تعلیم کی گنجائش ہے یا سب کو وہابیت کا ہی نصاب پڑھنے پر مجبور کیا جاتا ہے؟

)اگر آپ کی نظر میں مسلمانوں کے تمام فرقہ برابر ہیں اورآپ سب کو ملّت کا حصہ سمجھتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند وبنگلہ دیش اوردیگر ممالک میں آپ کی حکومت مساجد اوردینی مدارس کی تعمیر کے لیے جو مالی اعانت فرماتی ہے، وہ صرف اہلِ حدیث، دیوبندی اورجماعتِ اسلامی کے فرقوں کے لیے کیوں ہے؟ اہلِ سنت وجماعت کے افراد سے یہ امتیازی سلوک کیا آپ کے قول و فعل کا کھلا تضاد نہیں؟

درج بالا سطور کے لکھنے کا مقصد صحافی برادری اورمیڈیا کی توجہ اس طرف مبذول کرانا مقصود ہے کہ آپ سب سے زیادہ آزادیٔ اظہارِرائے، آزادیٔ صحافت، میڈیا کی آزادی، اطلاعات کی بہم رسانی سب کا بنیادی حق ہے اورحقوقِ انسانی کے تحفظ کا نعرہ بلند کرتے ہیں اورعدلیہ کی مقننہ سے آزادی کے حق میں آواز اٹھاتے ہیں اوربجا طورپریہ سب کرتے ہیں۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ جب شیخانِ حرم یا آلِ شیخ کے خانوادے کی کوئی شخصیت پاکستان بطورمہمان آتی ہے تو میڈیا کے حضرات ان خادمانِ حرمین شریفین سے اس قسم کے سوالات کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ وہ ان سے یہ سوال کیوں نہیں پوچھتے کہ آپ کے ملک اوراس کے آئین کو تو اسلام کے دورِاول والے خلافتِ راشدہ کے عادلانہ، رفاہی، فلاحی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اورعدالتی نظام کا نمونہ (Model) ہونا چاہیے تھا۔ لیکن گذشتہ سو سال سے آپ کے ملک میں ملوکیت، جبر و استیصال اور قبائلی، مذہبی، مسلکی وطبقاتی امتیازات پر مبنی سیاسی ومعاشرتی نظام قائم ہے۔ کیا وجہ ہے کہ آپ دنیا بھر کے مسلمانوں کو یکجہتی اوراسلامی شریعت کے نظام کے تحت زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے ہیں لیکن خود اپنے ملک میں اوراپنے اوپر اس نظام کو جاری وساری نہیں کرتے؟

امام حرم اورشیخِ حرم ہونا ایک بہت بڑا منصب ہے، دنیا کے کروڑوں مسلمان ان سے مذہبی اورسیاسی طور

پر رہنمائی کی توقع رکھتے ہیں۔ اس لیے اس منصب پر فائز شخصیات پر بھی لازم ہے کہ سچائی، دیانتداری، نیک نیتی اور اسلام کے نظامِ عدل واحسان سے واقفیت اور اللہ سبحانہ، وتعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم ومحتشم سے محبت کا جو کم سے کم معیار ہے اس پر پوری اتریں۔ جو لوگ ان تقاضوں کو پورا نہیں کرتے وہ بلاشبہ امانت کے ضائع کرنے والوں میں سے ہیں۔ قیامت کے دن رسوائی ان کا مقدر ہے۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شیخانِ حرم کی مجلس میں میڈیا کے سارے ہی فرد وہابی بن جاتے ہیں یا پھر وہاں بلائے ہی وہابی جاتے ہیں؟ بہرحال قوم کو اس سے دلچسپی نہیں کہ ایک صحافی کا مذہب ومسلک کیا ہے بلکہ وہ تو اس چیز سے دلچسپی رکھتی ہے کہ ایک صحافی یا میڈیا مین کی دیانت ہی اس کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ ان کا یہ دعویٰ کہ ہم وہی لکھتے، چھاپتے اور وہ خبریں پیش کرتے ہیں جو سچ ہے، دلیل کا طالب ہے۔ کم از کم شیخِ حرم محترم محمد عبد الرحمن السدیس کے حالیہ دورہ پاکستان کے حوالے سے ان کا یہ دعویٰ تشنہ دلیل ہے:

چو پردہ دار بشمشیر می زند ہمہ را
کسی مقیمِ حریمِ حرم نخواہد ماند

اشرف علی تھانوی داتا دربارمیں

دیوبندیوں کے خضر انگریزتھے

س سلسلے میں سوانح قاسمی کے

دیوبندیوں کے خضر انگریز تھے

اس سلسلے میں سوانح قاسمی کے مصنف کی عجیب وغریب روایت سنیے فرماتے ہیں کہ انگریزوں کے مقابلے میں جو لوگ لڑ رہے تھے ان میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن شاہ گنج مرادآبادی بھی تھے اچانک ایک دن مولانا کو گیا کہ خود بھاگے جا رہے ہیں اور کسی چودہری کا نام لے کر جو باغیوں کی فوج کی افسری کر رہے تھے کہتے جاتے تھے لڑنے کا کیا فائدہ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں۔

(حاشیہ سوانح قاسمی ج2 ص103 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

انگریزوں کی صف میں حضرت خضر کی موجودگی اتفاقاً نہیں پیش کی گئی بلکہ وہ نصرت حق کی علامت بن کر انگریزی فوج کے ساتھ ایک بار اور دیکھے گئے تھے جیسا کہ فرماتے ہیں غدر کے بعد جب گنج مرادآباد کی ویران مسجد میں حضرت مولانا (شاہ فضل الرحمان صاحب) مقیم ہوئے تو اتفاقاً اسی راستے سے جس کے کنارے مسجد ہے کسی وجہ سے انگریزی فوج گزر رہی تھی مولانا مسجد سے دیکھ رہے تھے اچانک مسجد کی سیڑھیوں سے اتر کر دیکھا گیا کہ انگریزی فوج کے ایک سائیں سے جو باگ دوڑ کھونٹے وغیرہ گھوڑے کیلئے ہوئے تھے اس سے باتیں کر کے مسجد واپس آگئے اب یاد نہیں رہا کہ پوچھنے پر یا خود بخود فرمانے لگے سائیں جس سے میں نے گفتگو کی یہ خضر تھے میں نے پوچھا یہ کیا حال ہے؟ تو جواب میں کہا کہ حکم یہی ہوا ہے۔ (حاشیہ سوانح قاسمی ج2 ص103 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

یہاں تک تو روایت تھی اب اس روایت کی توثیق وتشریح ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں باقی خود خضر کا مطلب کیا ہے؟ نصرت حق کی مثالی شکل تھی جو اس نام سے ظاہر ہوئی تفصیل کے لیے شاہ ولی اللہ وغیرہ کی کتابیں پڑھیے گویا جو کچھ دیکھا جا رہا تھا اسی کے باطنی پہلو کا یہ مکاشفہ تھا۔

(حاشیہ سوانح قاسمی ج2 ص103 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

بات ختم ہوگئی لیکن یہ سوال سر پر چڑھ کے آواز دے رہا ہے کہ جب حضرت خضر کی صورت میں نصرت حق انگریزی فوج کے ساتھ تھی تو ان باغیوں کیلئے کیا حکم ہے جو حضرت خضر کے مقابلے میں لڑنے آئے تھے؟ کیا اب بھی انہیں غازی اور مجاہد کہا جا سکتا ہے اپنے موضوع سے ہٹ کر ہم بہت دور نکل آئے لیکن آپ کی نگاہ پر بار نہ ہو تو اس بحث کے خاتمے پر اکابر دیوبند کی ایک دلچسپ دستاویز اور ملاحظہ ہو::

خط لکھتے لکھتے شوق نے دفتر کئے رواں
افراط اشتیاق نے آخر بڑھائی بات

دیوبندی حلقے کے ممتاز مصنف مولوی عاشق الٰہی میرٹھی اپنی کتاب تذکرۃ الرشید میں انگریزی حکومت کے ساتھ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے نیاز مندانہ جذبات کی تصویر کھینچتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں آپ سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔

(تذکر؟ الرشید ج1 ص80 ادارہ اسلامیات لاہور)

کچھ سمجھے آپ؟

کس الزام کو یہ جھوٹا کہہ رہے ہیں یہی کہ انگریزوں کے خلاف انہوں نے علم جہاد بلند کیا تھا میں کہتا ہوں کہ گنگوہی صاحب کی یہ پر خلوص صفائی کوئی مانے یا نہ مانے لیکن کم از کم ان کے معتقدین کو تو ضرور ماننا چاہیے لیکن غضب خدا کا کہ اتنی شد ومد کے ساتھ صفائی کے باوجود بھی ان کے ماننے والے یہ الزام ان پر آج تک دھرا رہے ہیں کہ انہوں نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال مشکل ہی سے ملے گی کہ کسی فرقے کے افراد نے اپنے پیشوا کی اس طرح تکذیب کی ہو اور سرکار مالک ہے سرکار کو اختیار ہے یہ جملے

عجیب وغریب روایت سنیے فرماتے ہیں کہ انگریزوں کے مقابلے میں جو لوگ لڑ رہے تھے ان میں حضرت مولانا فضل الرحمن شاہ گنج مرادآبادی بھی تھے اچانک ایک دن مولانا کو گیا کہ خود بھاگے جا رہے ہیں اورکسی چودہری کا نام لے کر جو باغیوں کی فوج کی افسری کر رہا تھے کہتے جاتے تھے لڑنے کا کیا فاءدہ؟ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ھوں

(حاشیہ سوانح قاسمی ج مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

انگریزوں کی صف میں حضرت خضر کی موجودگی اتفاقا نہیں پیش کی گئی بلکہ وہ نصرت حق کی علامت بن کر انگریزی فوج کے ساتھ ایک باراور دیکھے گئے تھے جیسا کہ فرماتے ہیں عذر کے بعد جب گنج مرادآباد کی ویران مسجد میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمان صاحب مقیم ہوئے تو اتفاقا اسی راستے سے جس کے کنارے مسجد ہے کسی وجہ سے انگریزی فوج گزر رہی تھی مولانا مسجد سے دیکھ رہے تھے اچانک مسجد کی سیڑھیوں سے اتر کر دیکھا گیا کہ انگریزی فوج کے ایک سائیں سے جو باگ دوڑ کھونٹے وغیرہ گھوڑے کیلئے ہوئے تھے اس سے باتیں کرکے مسجد واپس آگئے اب یاد نہیں رہا کہ پوچھنے پر یا خود بخود فرمانے لگے سائیں جس سے میں نے گفتگو کی یہ خضر تھے میں نے پوچھا یہ کیا حال ہے؟ تو میں کہا کہ حکم یہی ہوا ہے حاشیہ سوانح قاسمی ج مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

یہاں تک تو روایت تھی اب اس روایت کی توثیق وتشریح ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں باقی خود خضر کا مطلب کیا ہے؟ نصرت حق کی مثالی شکل تھی جو اس نام سے ظاہر ہوئی تفصیل کیلئے شاہ ولی اللہ وغیرہ کی کتابیں پڑھیے گویا جو کچھ دعکھا جارہا تھا اسی کے باطنی پہلو کا یہ مکاشفہ تھا۔

(حاشیہ سوانح قاسمی ج   مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

بات ختم ہوگئی لیکن یہ سوال سر پر چڑھ کے آواز دے رہا ہے کہ جب حضرت خضر کی صورت میں نصرت حق

انگریزی فوج کے ساتھ تھی تو ان باغیوں کیلئے کیا حکم ہے جو حضرت خضر کے مقابلے میں لڑنے آئے تھے ؟ کیا اب بھی

انہیں غازی اور مجاہد کہا جاسکتا ہے اپنے موضوع سے ہٹ کر ہم بہت دور نکل آئے لیکن آپ کی نگاہ پر بارنہ ہو تو اس

بحث کے خاتمے پر اکابر دیوبند کی ایک دلچسپ پورٹریٹ ملاحظہ ہو

خط لکھتے لکھتے شوق نے دفتر کئے رواں

افراط اشتیاق نے آخر بڑھائی بات

دیوبندی حلقے کے ممتاز مصنف مولوی عاشق الٰہی میرٹھی اپنی کتاب تذکرۃ الرشید میں انگریزی حکومت کے ساتھ مولوی رشید

احمد صاحب گنگوہی کے نیازمندانہ جذبات کی تصویر کھینچتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں آپ سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب

حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بیکانہ ہوگا اور اگر مارا بھی آگیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیارہ جو

چاہے کرے ۔

(تذکرۃ الرشید ج   ادارہ اسلامیات لاہور

کچھ سمجھے آپ ؟

کس لزام کو یہ جھوٹا کہہ رہے ہیں یہی کہ انگریزوں کے خلاف انہوں نے علم جہاد بلند کیا تھا میں کہتا ہوں کہ گنگوہی صاحب کی یہ پر

خلوص صفائی کوئی مانے یا نہ مانے لیکن کم ازکم ان کے معتقدین کو تو ضرور ماننا چاہیے لیکن غضب خدا کا کہ اتنی شد و مد کے ساتھ

صفائی کے باوجود بھی ان کے ماننے والے یہ الزام ان پر آج تک دھرا رہے ہیں کہ انہوں نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا دنیا کی

تاریخ میں اس کی مثال مشکل ہی سے ملے گی کہ کسی فرقے کے افراد نے اپنے پیشوا کی اس طرح تکذیب کی ہو اور سرکار مالک ہے سرکار

کو اختیار ہے یہ جملے اسی کی زبان سے نکلتے ہیں جو تن سے لیکر من تک پوری طرح کسی کے جذبہ غلامی میں بھیگ چکا ہو۔

آہ دلوں کی بد بختی اور روحوں کی شقاوت کا حال بھی کتنا عبرت انگیز ہوتا ہے سوچتا ہوں تو دماغ پھٹنے لگتا ہے کہ خدا کے باغیوں

کے لیے جذبہ عقیدت کا اعتراف یہ کہ وہ مالک بھی ہیں اور مختیار بھی لیکن احمد مجتبیٰ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب

میں ان حضرت کے عقیدے کی زبان یہ ہے جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔

(تقویۃ الایمان ص مطبوعہ اسلامی اکادمی لاہور

بے شک یہ بتانے کا حق ہم ہی کو ہے کہ اس کا مالک کون ہے کون نہیں جو مالک تھا اس کے لیے اعتراف کی زبان کھلنی تھی اور جو

مالک نہیں تھا اس کا انکار ضروری تھا ہوگیا۔ اب یہ بحث بالکل عبث ہے کہ کس کا مقدر کس مالک کے ساتھ وابستہ ہو یہاں پہنچ کے

ہمیں کچھ نہیں کہنا تھا تصویر کے دونوں رخ آپ کے سامنے ہیں مادی منفعت کی کوئی مصلحت مانع نہ ہو تو اب آپ ہی فیصلہ

کیجیے کہ دلوں کی اقلیم پر کس بادشاہ کا جھنڈا گڑا ہوا ہے سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا یا تاج برطانیہ کا بات چلی تھی گ

مکاشفہ سے اور گھر ہی کی دستاویز پر ختم ہوگئی۔

قاسم نانوتوی اور انگریز آفیسر

قاسم نانوتوی اور انگریز آفیسر

اب انگریز کے خلاف دیوبندی اکابر کی افسانہ جہاد و بغاوت کی پوری رپورٹ الٹ دینے والی ایک سنسنی خیز کہانی سنیے سوانح قاسمی میں مولوی قاسم صاحب نانوتوی کے ایک حاضر باش مولوی منصور علی خان کی زبانی یہ قصہ بیان کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں:

کہ ایک دن مولانا نانوتوی کے ہمراہ میں نانوتہ جارہا تھا کہ اثنائے راہ میں مولانا کا حجام افتاں وخیزاں آتا ہوا ملا اور اس نے خبردی کہ نانوتہ کے تھانیدار نے ایک عورت کے بھگانے کے الزام میں میرا چالان کردیا ہے خدارا مجھے بچائیے۔ مولوی منصور علی خان کا بیان ہے کہ نانوتہ پہنچتے ہی مولانا نے اپنے مخصوص کارندہ منشی محمد سلیمان کو طلب کیا اور پرجلال آواز میں فرمایا اس غریب کو تھانیدار نے بے قصور پکڑا ہے تم اس سے کہہ دو کہ یہ (حجام) ہمارا آدمی ہے اس کو چھوڑ دو ورنہ تم بھی نہ بچو گے اس کے ہاتھ ہتھکڑی ڈالو گے تو تمہارے ہاتھ میں بھی ہتھکڑی پڑے گی۔

(سوانح قاسم ج1 ص321، 322 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

لکھا ہے کہ منشی محمد سلیمان نے مولانا نانوتوی کا حکم ہو بہو تھانیدار تک پہنچادیا تھانیدار نے جواب دیا کہ اب کیا ھوسکتا ھے روز نامچہ میں اس کا نام لکھ دیا گیا مولانا نانوتوی نے اس کے جواب پر حکم دیا کہ تھانیدار سے جاکر کہہ دو کہ اس کا نام روز نامچہ سے کاٹ دو منصور علی خان کا بیان ہے کہ مولانا کا یہ حکم پا کر سراسیمگی کی حالت میں تھانیدار خودان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا حضرت نام نکالنا بڑا جرم ہے اگر نام اس کا نکالا تو میری نوکری جاتی رہے گی فرمایا اس کا نام (روز نامچہ سے) کاٹ دو تمہاری نوکری نہیں جائے گی۔

(حاشیہ سوانح قاسمی ج1 ص323 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

واقعہ کا راوی کہتا ہے کہ مولانا کہ حکم کے مطابق تھانیدار نے حجام کو چھوڑ دیا اور تھانیدار تھانیدار ہی رہا مجھے اس واقعہ پر بجز اس کے اور کوئی تبصرہ نہیں کرنا ہے کہ مولوی قاسم صاحب نانوتوی اگر انگریزی حکومت کے باغیوں میں تھے تو پولیس کا محکمہ اس قدر ان کے تابع فرمان کیوں تھا اور تھانیدار کو یہ دھمکی کہ اسے چھوڑ دو ورنہ تم بھی نہ بچو گے وہی دے سکتا ہے جسکی ساز، باز اوپر مرکزی حکام سے ہو۔

سلیمان سبحانی

نور مدینہ نیٹ ورک ٹیم

قاسم نانوتوی اورانگریزآفیسر

اب انگریز کے خلاف دیوبندی اکابر کی افسانه جهاد و بغاوت کی پوری رپورٹ الٹ دینے والی ایک سنسنی خیز کہانی سنیے سوانح قاسمی

میں مولوی قاسم صاحب نانوتوی کے ایک حاضرباش مولوی منصورعلی خان کی زبانی یه قصه بیان کیا گیا ہے وه کہتے ه

که ایک دن مولانا نانوتوی کے ہمراه نانوته جارہا تھا که اثنائے راه میں مولانا کا حجام افتاں و خیزاں آتا ہوا ملا اوراس نے خبردی

که نانوته کے تھانیدار نے ایک عورت کے بھگانے کے الزام میں میرا چالان کردیا ہے خدارا مجھے بچائیے ۔ مولوی منصورعلی خان کا

بیان ہے که نانوته پہنچتے ہی مولانا نے اپنے مخصوص کارنده منشی محمد سلیمان کو طلب کیا اور فرمایا جاؤ اور غریب کو

تھانیدار نے بے قصور پکڑا ہے تم اس سے کہه دو (وکیل علیم) ہمارا آدمی ہے اس کو چھوڑدو ورنه تم بھی نه بچو گے اس کے ہاتھ

ہتھکڑی ڈالو گے تو تمہارے ہاتھ میں بھی ہتھکڑی پڑے گی ۔

(سوانح قاسم ج۲ص ۳۲۱،۳۲۲ مطبوعه مکتبه رحمانیه لاہور

لکھا ہے که منشی محمد سلیمان نے مولانانانوتوی کا حکم ہوبہوتھانیدار تک پہنچادیا تھانیدار نے جواب دیا که اب کیا هوسکتا هے

روزنامچه میں اس کا نام لکھ دیا گیا مولانا نے اس کے جواب پر حکم دیا که تھانیدار سے جا کر کہه دو که اس کا نام روزنامچه سے

کاٹ دو منصورعلی خان کا بیان ہے که مولانا کا یه حکم پاکر سراسیمگی کی حالت میں تھانیدارخود ان کی خدمت میں حاضرہوا اور

عرض کیا حضرت نام نکالنا بڑا جرم ہے اگرنام نکال دوں تو میری نوکری جاتی رہے گی فرمایا اس کا نام روزنامچه سے کاٹ دو تمہاری

نوکری نہیں جائے گی حاشیه سوانح قاسمی ج۲ مطبوعه مکتبه رحمانیه لاہور واقعه کا راوی کہتا ہے که مولانا که حکم

کے مطابق تھانیدار نے حجام کو چھوڑدیا اورتھانیدار تھا نیک آدمی اس واقعه پر بجز اس کے اورکوئی تبصره نہیں کرنا ہے که

مولوی قاسم صاحب نانوتوی اگر انگریزی حکومت کے باغیوں میں تھے تو پولیس کا محکمہ اس قدر ان کے تابع فرمان کیوں تھا اور

تھانیدار کو یہ دھمکی کہ اسے چھوڑ دو ورنہ تم بھی نہ بچو گے وہی دے سکتا ہے جو خود پولیس یا سرکاری حکام سے ہو۔

مدرسہ دیوبند انگریز کی پسند Madrassa Deoband Angraiz Ki Pasand

---

مدرسہ دیوبند انگریز کی پسند

ایک دیوبندی فاضل نے مولانا محمد احسن نانوتوی کے نام سے موصوف کی سوانح حیات لکھی جسے مکتبہ عثمانیہ کراچی پاکستان نے شائع کیا ہے اپنی کتاب میں مصنف نے اخبار انجمن پنجاب لاہور مجریہ 19 فروری 1875 کے حوالہ سے لکھا ہے کہ 13 جنوری 1875 بروز ایک شنبہ لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے مدرسہ دیوبند کا معائنہ کیا معائنہ کی جو عبارت موصوف نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے اس کی یہ چند سطریں خاص طور سے پڑھنے کے قابل ہیں۔

جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد و معاون سرکار ہے۔

(مولانا محمد احسن نانوتوی ص 217 مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ کراچی)

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خود انگریز کی یہ شہادت ہے کہ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد ر معاون سرکار ہے، اب آپ ہی انصاف کیجیے کہ اس بیان کے سامنے اب افسانے کی کیا حقیقت ہے جس کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ مدرسہ دیوبند انگریزی سامراج کے خلاف سیاسی سرگرمیوں کا بہت بڑا اڈا تھا مدرسہ دیوبند کے قدیم کارکنوں کا انگریزوں کے ساتھ کس درجہ خیر خواہانہ اور نیاز مندانہ تعلق تھا اس کا اندازہ لگانے کے لیے خود قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبندی کا تہلکہ آمیز بیان::

(مدرسہ دیوبند کے کارکنوں میں اکثریت) ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پینشنر تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک وشبہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔ (حاشیہ سوانح قاسمی ج 2 ص 247 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

آگے چل کر انہی بزرگوں کے متعلق لکھا ہے کہ مدرسہ دیوبند میں ایک موقع پر جب انکوائری آئی تو اس وقت یہی حضرات آگے بڑھے اور اپنے سرکاری اعتماد کو سامنے رکھ کر مدرسہ کی طرف صفائی پیش کی جو کارگر ہوئی (حاشیہ سوانح قاسمی ج 2 ص 247 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

گھر کا راز دار ہونے کی حیثیت سے قاری طیب صاحب کا بیان جتنا باوزن ہو سکتا ہے وہ محتاج بیان ہے اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ جس مدرسہ کے چلانے والے انگریزوں کے وفا پیشہ نمک خوار ہوں اسے باغیانہ سرگرمیوں کا اڈہ نہ کہنا آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے یا نہیں؟

مدرسہ دیوبند انگریز کی پسند

ایک دیوبندی فاضل نے مولانا محمد احسن نانوتوی کے نام سے موصوف کی سوانح حیات لکھی جسے مکتبہ
عثمانیہ کراچی پاکستان نے شائع کیا ہے اپنی کتاب میں مصنف نے اخبار انجمن پنجاب لاہور مجریہ
فروری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جنوری بروز ایک شنبہ لیفٹینٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد
انگریز مسمی پامر نے مدرسہ دیوبند کا معائنہ کیا معائنہ کی جو عبارت موصوف نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے
اس کی یہ چند سطریں خاص طور سے پڑھنے کے قابل ہیں ۔

جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہورہا ہے جو کام
پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کررہا ہے یہ مدرسہ
خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممدومعاون سرکار ہے ۔

(مولانا محمد احسن نانوتوی ص مطبوعہ کتبہ عثمانیہ کراچی)

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خود انگریز کی یہ شہادت ہے کہ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممدرمعاون سرکار ہے ، اب آپ ہی انصاف کیجیے کہ
اس بیان کے سامنے اب افسانے کی کیا حقیقت ہے جس کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ مدرسہ دیوبند انگریزی سامراج کے خلاف سیاسی
سرگرمیوں کا بہت بڑا اڈا تھا مدرسہ دیوبند کے قدیم کارکنوں کا انگریزوں کے ساتھ کس درجہ خیرخواہانہ اورنیازمندانہ تعلق تھا اس
اندازہ لگانے کے لیے خود قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا یہ بیان کہ آ
(مدرسہ دیوبند کے کارکنوں میں اکثریت ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اوربحال پینشنز تھے جن کے بارے میں
گورنمنٹ کو شک وشبہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی (حاشیہ سوانح قاسمی ج ص مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)
آگے چل کر انہی بزرگوں کے متعلق لکھا ہے کہ مدرسہ دیوبند میں ایک موقع پر جب انکوائری آئی تو اس وقت یہی حضرات آگے بڑھے

اوراپنے سرکاری اعتماد کو سامنے رکھ کر مدرسہ کی طرف صفائی پیش کی جولکھاگیہ سوانح قاسمی جص مطبوعہ

مکتبہ رحمانیہ لاہور

گھر کا رازدار ہونے کی حیثیت سے قاری طیب صاحب کا بیان جتنا باوزن ہوسکتا ہے وہ محتاج بیان ہے اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ

جس مدرسہ کے چلانے والے انگریزوں کے وفا پیشہ نمک خوار ہوں اسے باغیانہ سرگرمیوں کا اڈہ نہ کہنا آنکھوں میں دھول جھونکنے

کے مترادف ہے یا نہیں ؟

غوث اعظم کی کرامت، دیوبندیوں کی زبانی

دیوبندی جگہ جگہ پوسٹر لگاتے ہیں۔ غوث اعظم صرف اللہ، غریب نواز صرف اللہ۔۔۔

کوئی پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو غوث الاعظم کہہ دے تو فوراً شرک کا فتوی لگاتے ہیں۔ اور دیوبندیوں کے ح

الاُمت تھانوی نے نہ صرف پیران پیر کو غوث اعظم کہا بلکہ اُن کی ایک کرامت بھی مانی۔ ملاحظہ ہو

قال اللہ تعالیٰ وقولوا للناس حسنا الآیۃ

جلد دوم

الافاضات الیومیہ

من

الافادات القومیہ

یعنی

ملفوظاتِ حکیم الامّۃ

حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

تزئینِ عنوانات:

مولانا محمود اشرف عثمانی مدظلہم

ناشر:

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

ریلوے روڈ، ملتان، پوسٹ بکس ۴۳۰

کہ عجیب جواب دیا فرمایا کہ آپ جواب کو عجیب لئے پھرتے ہیں اسکی تمام چوڑیوں ہی کا جوڑا ہوگیا
ایسے ہی ان صاحب نے میرے مضمون کے ساتھ معاملہ کیا۔ فرمایا جواب دیکھ کر خوش نہ ہونگے کہیں گے
کہ سوال کا پھر محتاج رکھا جواب نہ دیا۔ دیکھئے میرے لکھنے سے مقام کو سمجھ بھی جائینگے یا نہیں
مشکل ہے ایسے کم فہم کی سمجھ میں کیا آئیگا۔

۱۲۴ (ملفوظ) مولوی عبدالمجید صاحب نے سوال کیا کہ حضرت والا کی خدمت میں بچے آکر بیٹھتے ہیں ان کو کوئی نفع ہوتا ہے فرمایا کہ برابر ہوتا ہے صحبت میں بیٹھنے سے اُنس ہوتا ہے اور اُنس پر موقوف ہے نفع کا ہونا فرمایا کہ اُنس کے نافع ہونے پر ایک قصہ یاد آگیا ضلع مظفر نگر کا رہنے والا ایک ہندو ایک مسلمان کی صحبت میں رہکر مسلمان ہوگیا اور وطن سے جلا وطن ہوکر کانپور پہونچگیا اہل باطل کو فکر رہتی ہی ہے تکثیر کی اس بیچارے کا کوئی ٹھکانا نہ تھا ایسے ہی پھر رہا تھا ایک شیعی صاحب ملگئے وہ اُس کو اپنے گھر لیگئے بڑی خاطر کی اُسکے بعد اپنی نماز سکھانی چاہی اُسنے کہا کہ یہ تو اور طرح کی نماز ہے میں نہیں پڑھونگا میرا دوست تو اور طرح کی نماز پڑھتا تھا وہی مجھ کو سکھائی ہے وہی پڑھتا ہوں اور پڑھونگا یہ جواب دیکر میرے پاس آگیا میں اُسوقت کانپور مقیم تھا اور آکر یہ سب واقعہ بیان کیا یہ حفاظت اُنس ہی کی بدولت ہوئی اور کفر سے نکلکر اسلام میں داخل ہوگیا یہ سب اُنس ہی کے کرشمے ہیں۔

۱۲۵ (ملفوظ) ایک مولوی صاحب کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا آپ تو اسی پر تعجب کر رہے ہیں میں نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے خود اس سے زیادہ عجیب ایک حکایت سُنی ہے جسمیں توجیہ کی بھی ضرورت ہے اور کوئی بیان کرتا تو شاید یقین ہونا بھی مشکل ہوتا اور بہت ممکن تھا کہ میں سنکر رد کر دیتا وہ یہ کہ ایک دھوبی کا انتقال ہوا جب دفن کر چکے تو منکر نکیر نے آکر سوال کیا مَنْ رَّبُّکَ مَادِیْنُکَ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ عہ وہ جواب میں کہتا ہے کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں میں تو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دھوبی ہوں اور فی الحقیقۃ یہ جواب اپنے ایمان کا اجمالی بیان تھا کہ میں اُن کا ہم عقیدہ ہوں جو اُن کا خدا وہ میرا خدا جو اُن کا دین وہ میرا دین اسی پر اُس دھوبی کی نجات ہوگئی باقی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُسکا ایمان بھی اجمالی ہی تھا محض تعبیر اجمالی تھی۔

عہ تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے اور یہ صاحب کون ہیں ۱۲

aComment Leave

December ,

مولانا طارق جمیل کی بیوی اوربھابھی بیوٹی پارلرمیں

Filedunder: Home, ہوم, دیوبندی ازم — pm sulemansubhani

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خارجیوں کی نشاندہی فرماتے ہوئے ایک ارشاد یہ بھی فرمایا!

يُحْسِنُوْنَ الْقِيْلَ وَ يُسِيْئُوْنَ الْفِعْلَ (بیهقی شریف ص ۲۹۷، ج ۸)

ترجمہ: (خارجی) باتیں بڑی حسین وجمیل کریں گے جب کہ فعل وکردار کے گندے ہوں گے۔

اللہ والوں کا پاکیزہ دینی گھرانہ اور دنیا سے بے رغبتی کا جیتا جاگتا کردار



گلبرگ: مولانا طارق جمیل کی اہلیہ کے بیوٹی پارلر سے غائب ہونیوالے زیورات نہ مل سکے

لاہور (کرائم رپورٹر سے) گلبرگ میں ایک بیوٹی پارلر سے طارق جمیل اور ڈاکٹر طاہر کمال کی بیویوں کے زیورات نہ مل

صفحہ 17 بقیہ نمبر 6

بقیہ	زیورات نہ مل سکے	6

سکے گلبرگ پولیس کے مطابق تفتیش ویمن انوسٹی گیشن پولیس کے پاس چلی گئی ہے جبکہ ویمن انوسٹی گیشن پولیس کے مطابق ابھی تک تفتیش ان کے پاس نہیں آئی۔



معروف بیوٹی پارلر سے طارق جمیل کی اہلیہ اور بھابھی کے زیورات چوری

ممتاز عالم دین کی بھابھی اور اہلیہ کے فیشل کے دوران ملازماؤں نے پرس غائب کر لئے پارلر کی مالکہ بیرون ملک چلی گئیں

لاہور (محمد اعظم چودھری) ایم ایم عالم روڈ گلبرگ میں معروف بیوٹی پارلر ز میلکس سے ممتاز عالم دین طارق جمیل کی اہلیہ اور ان کے بھائی ممتاز کارڈیالوجسٹ ڈاکٹر طاہر کمال کی اہلیہ کے لاکھوں روپے مالیت کے زیورات اور نقدی چوری ہو گئی ہے۔ گلبرگ پولیس نے مقدمہ

صفحہ 8 پر بقیہ نمبر 4

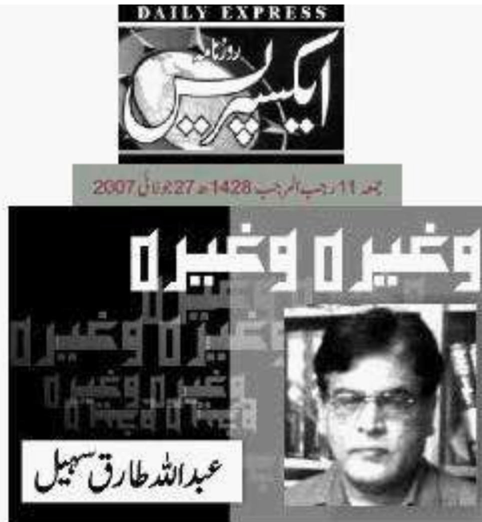
بقیہ 4	بیوٹی پارلر

درج کر لیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ 20 جولائی کو طارق جمیل کی اہلیہ مسز۔ لی بی اور مولانا کی بھابھی ڈاکٹر عائشہ طیبہ ناکولی فیشل کروانے کیلئے ز میلکس بیوٹی پارلر گئیں جہاں سے ان کا ایک پرس چوری ہو گیا۔ ڈاکٹر عائشہ کے مطابق اس پرس میں 2 عدد طلائی کڑے، ایک جوڑی جھمکا کانٹا، ایک چین، ایک عدد ناپس، ایک جھومر اور دیگر زیورات کے علاوہ 80 ہزار نقد موجود تھے۔ ڈاکٹر عائشہ نے الزام لگایا ہے کہ ز میلکس کے سٹاف نے فیشل کے بجائے دونوں خواتین کی آنکھوں پر کپڑے ڈال کر ان کا پرس غائب کرلیا۔ گلبرگ پولیس نے ڈاکٹر عائشہ کی درخواست پر مقدمہ درج کیا لیکن مقدمے میں بیوٹی پارلر کی مالک مسرت مصباح کو نامزد کرنے کی بجائے 2 ملازم لڑکیوں کو نامزد کر دیا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ لیڈی پولیس کی بجائے مرد پولیس اہلکاروں نے بیوٹی پارلر پر چھاپہ مارا اور وہاں کام کرنے والی خواتین کو ہراساں کیا گیا۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ز میلکس کی مالکہ مسرت مصباح مذہبی پارٹیوں اور مذہبی رہنماؤں سے خوفزدہ ہو کر گزشتہ رات ملک سے باہر چلی گئی ہیں۔

جامعہ حفصہ کی لٹھ بردار مجاہد طالبات سے گزارش!

چینی مساجیوں کے ساتھ ساتھ اپنے مولانا طارق جمیل کے گھر کی بھی خبر لیں

مشہور کالم نگار عبداللہ طارق نے مولوی حسین وجمیل کی اہلیہ اور بھابھی کے اس افسوسناک واقعے کا ذکر اپنے ایک آرٹیکل میں بھی کیا تھا۔ قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں۔



افسوس! ایک لرزہ خیز خبر کو شائع ہوئے تین روز ہو گئے لیکن ابھی تک ریاستی انتظامیہ مجرموں کو پکڑنے کیلئے حرکت میں نہیں آئی۔ خبر یہ ہے: (عظیم مبلغ اسلام) مولانا حسین وجمیل کی اہلیہ اور ان کی بھابی فیشل کرانے گلبرگ کے معروف بیوٹی پارلر ڈپلیکس آئیں جہاں ان کے لاکھوں روپے کے زیورات اور سونے کے کڑے، جھمکا کانٹے، چین ٹاپس، جھومر اور نقد رقم وغیرہ چوری ہو گئے۔

اتنی عظیم روحانی ہستی کے اہل خانہ کو ایک گمراہ بیوٹی پارلر میں اس طرح لوٹ لیا جائے اور نہ زمین کانپے نہ آسمان پھٹے؟ حیرت ہے۔ بتایا گیا ہے کہ گمراہ پارلر کی گمراہ مالکہ مصباح خوفزدہ ہو کر ملک سے فرار ہو گئی ہے۔ ضروری ہے کہ اسے انٹرپول سے واپس لایا جائے۔ حکمران یاد رکھیں، والا حضرت ناراض ہو گئے تو اب تک انہیں جنت کے جتنے محلات کی الاٹمنٹ ہو چکی ہے، وہ منسوخ کر دی جائے گی۔

Commen